THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

کاسمیٹک سرجری کی شرعی حیثیت: اصول اجتہاد کی روشنی میں

The Sharīʿah Status of Cosmetic Surgery: An Analysis in the Light of the Principles of Ijtihād

1. Sumaira Bashir
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore, Pakistan.
Email: sumairabashir322@gmail.com
2. Dr. Irfan Jafar
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Green International University, Lahore, Pakistan.
Email: i.z03035040887@gmail.com

Abstract

Allah Almighty has created human beings in the best form and endowed them with a dignified physical structure. The human body is a divine trust, and Islam emphasizes its protection, preservation, and proper care. Islamic law not only encourages the treatment of diseases and physical disorders but also permits the removal of defects that may cause psychological, social, or functional harm to an individual. Physical abnormalities and disfigurements, although not always associated with direct bodily pain, often result in significant emotional and social distress, thereby necessitating medical intervention. With the advancement of modern medical science, plastic and cosmetic surgery have emerged as important methods for correcting physical defects, restoring bodily functions, and improving appearance. These surgical procedures may involve reconstruction of damaged organs, correction of congenital abnormalities, or enhancement of physical features through various medical techniques. The growing popularity of cosmetic surgery in contemporary society has raised important Sharīʿah questions regarding its permissibility and limits. Since cosmetic surgery in its modern form was not known during the classical period of Islamic jurisprudence, detailed rulings on many contemporary procedures are not explicitly found in the works of early jurists. Nevertheless, the Qur'an, Sunnah, and the established principles of Islamic jurisprudence provide comprehensive guidelines through which such issues can be evaluated. This paper examines the Sharīʿah status of various forms of cosmetic surgery in the light of the principles of Ijtihād, distinguishing between reconstructive procedures undertaken for medical necessity and purely aesthetic surgeries intended for beautification. The study aims to identify the juristic foundations governing these procedures and to determine their legal rulings within the framework of contemporary Islamic legal thought.

Keywords: *Cosmetic Surgery, Islamic Jurisprudence, Ijtihād Sharīʿah, Rulings, Medical Ethics in Islam*

تعارف

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین ساخت اور حسین صورت میں پیدا فرمایا ہے۔ انسانی جسم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ایک عظیم نعمت اور امانت ہے، جس کی حفاظت اور نگہداشت انسان کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے نہ صرف

جسمانی صحت کی حفاظت کا حکم دیا ہے بلکہ بیماریوں کے علاج اور جسمانی نقائص کے ازالے کی بھی ترغیب دی ہے۔ بیماری صرف وہ نہیں جس سے جسم کے کسی عضو کا فعل متاثر ہو جائے یا اس کی منفعت ختم ہو جائے، بلکہ وہ عوارض بھی بیماری کے حکم میں داخل ہیں جو انسان کے ظاہری حلیے کو اس حد تک متاثر کر دیں کہ وہ معاشرتی یا نفسیاتی مشکلات کا شکار ہو جائے۔

تاریخ انسانی سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ جسمانی نقائص اور بدہیئتی کے علاج کے لیے مختلف طریقے اختیار کرتے رہے ہیں، کیونکہ اگرچہ بعض ظاہری عیوب براہِ راست جسمانی تکلیف کا سبب نہیں بنتے، لیکن ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والی ذہنی، نفسیاتی اور سماجی پریشانیاں بعض اوقات جسمانی تکلیف سے بھی زیادہ شدید ہوتی ہیں۔ جدید طب کی ترقی کے ساتھ علاج کی نئی صورتیں سامنے آئی ہیں جن میں پلاسٹک اور کاسمیٹک سرجری کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ان جراحی طریقوں کے ذریعے جسم کے کسی عضو کی ساخت، ہیئت یا کارکردگی کو بہتر بنایا جاتا ہے، اور بعض صورتوں میں جسم کے ہی کسی دوسرے حصے سے بافت (Tissue) لے کر متاثرہ عضو کی اصلاح کی جاتی ہے۔

عصر حاضر میں کاسمیٹک سرجری غیر معمولی مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ تاہم اس کے مختلف مقاصد اور صورتوں کے پیشِ نظر یہ سوال اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ آیا ہر قسم کی کاسمیٹک سرجری شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ فقہائے متقدمین کے دور میں موجودہ شکل کی کاسمیٹک سرجری رائج نہیں تھی، اس لیے اس موضوع پر تفصیلی جزوی احکام تو نہیں ملتے، البتہ قرآن، سنت اور فقہی اصولوں میں ایسے قواعد اور ضوابط موجود ہیں جن کی روشنی میں اس جدید مسئلے کا شرعی حکم متعین کیا جا سکتا ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں اصولِ اجتہاد کی روشنی میں کاسمیٹک سرجری کی مختلف صورتوں اور ان کے شرعی احکام کا جائزہ لیا جائے گا۔

کاسمیٹک سرجری کا معنیٰ و مفہوم

کاسمیٹک سرجری (Cosmetic Surgery) جدید طب کی ایک اہم شاخ ہے جس کا بنیادی مقصد انسانی جسم کے ظاہری حسن، تناسب اور دلکشی میں اضافہ کرنا یا پیدائشی و حادثاتی نقائص کو دور کرنا ہے۔ فقہی اور طبی ماہرین نے اس کی مختلف تعریفات بیان کی ہیں۔

معاصر فقہی لٹریچر میں کاسمیٹک سرجری کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"مجموعة العمليات التي تتعلق بالشكل، والتي يكون الغرض منها علاج عيوب طبيعية أو مكتسبة في ظاهر الجسم البشري".[1]

"ایسے جراحی اعمال کا مجموعہ جن کا مقصد انسانی جسم کے ظاہری حصے میں موجود پیدائشی یا بعد میں پیدا ہونے والے عیوب کا علاج کرنا ہو۔"

1 قاسمی، مجاہد الاسلام، مولانا، **جدید فقہی مباحث**، کراچی: دار الاشاعت، 1438ھ/2017ء، ج15، ص 191

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اسی طرح ایک اور تعریف میں کہا گیا ہے:

"وعُرِّفت الجراحة التجميلية بأنها: جراحة تُجرى لتحسين منظر جزء من أجزاء الجسم الظاهرة، أووظيفته إذا طرأ عليه نقص أو تلف أو تشوه". [2]

"کاسمیٹک سرجری وہ جراحی عمل ہے جو جسم کے کسی نمایاں عضو کی ظاہری شکل یا اس کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے اس وقت کیا جاتا ہے جب اس میں کوئی نقص، خرابی یا بگاڑ پیدا ہو جائے۔"

ڈاکٹر الہام بنت عبداللہ باجنید لکھتی ہیں:

"جراحة تُجرى لتحسين منظر جزء من أجزاء الجسم الظاهرة أووظيفته إذا ما طرأ عليه نقص أو تلف أو تشوه". [3]

"وہ آپریشن جو جسم کے ظاہری اجزاء میں سے کسی عضو یا اس کے فعل کو بہتر بنانے کے لیے اس وقت کیا جائے جب اس میں کوئی عیب، تلفی یا بگاڑ پیدا ہو گیا ہو۔"

جدید طبی اصطلاح میں کاسمیٹک سرجری کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

"Cosmetic surgery is a branch of plastic surgery that focuses on enhancing a person's appearance through surgical and medical techniques. Its primary purpose is to improve aesthetic appeal, symmetry, and proportion, rather than to treat disease or restore function after injury."[4]

"کاسمیٹک سرجری پلاسٹک سرجری کی ایک شاخ ہے جو جراحی اور طبی طریقوں کے ذریعے انسان کی ظاہری خوبصورتی کو بہتر بنانے پر توجہ دیتی ہے۔ اس کا بنیادی مقصد ظاہری حسن، جسمانی تناسب اور ہم آہنگی میں اضافہ کرنا ہے، نہ کہ بیماری کا علاج یا کسی زخمی عضو کی کارکردگی کی بحالی۔"

مندرجہ بالا تعریفات سے واضح ہوتا ہے کہ کاسمیٹک سرجری کی دو بنیادی جہتیں ہیں: پہلی، جسم میں پیدا ہونے والے عیب، نقص یا بگاڑ کو دور کرنا؛ اور دوسری، محض حسن میں اضافہ یا ظاہری خوبصورتی کو مزید نکھارنا۔ شرعی نقطۂ نظر سے انہی دونوں جہتوں کے درمیان فرق کرنا نہایت اہم ہے، کیونکہ شریعت میں علاج اور ازالۂ عیب کا حکم محض حسن میں اضافے کے حکم سے مختلف ہو سکتا ہے۔

---

2 جدید فقہی مباحث، ج15، ص191

3 إلهام بنت عبداللہ باجنید، المرأة في القرآن الكريم، دار عباد الرحمن، 1432ھ، ص90

4 Foad Nahai (ed.), **Cosmetic Surgery: Art and Techniques**, Berlin: Springer-Verlag, 2011, p. 3.

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3, No.4, 2025
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

فطری طور پر ہر انسان خوبصورت نظر آنے اور اپنے جسمانی خدوخال کو بہتر بنانے کی خواہش رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عصر حاضر میں چہرے، ناک، آنکھوں، جلد، بالوں اور جسم کے دیگر اعضا سے متعلق مختلف اقسام کی کاسمیٹک سرجریاں عام ہو چکی ہیں۔ تاہم ان کی شرعی حیثیت کا تعین ان کے مقصد، ضرورت، نوعیت اور نتائج کو سامنے رکھ کر کیا جائے گا، جس کی تفصیل آئندہ مباحث میں بیان کی جائے گی۔

کاسمیٹک سرجری کی اقسام اور ان کا شرعی حکم

فقہائے معاصرین نے کاسمیٹک سرجری کو عمومی طور پر دو بڑی اقسام میں تقسیم کیا ہے:

1. **پیدائشی عیوب (Congenital Defects) کے ازالے کے لیے کی جانے والی سرجری**
2. **حادثاتی یا غیر پیدائشی عیوب (Acquired Defects) کے علاج کے لیے کی جانے والی سرجری**

ان دونوں اقسام کا شرعی حکم ان کے مقصد، ضرورت اور نتائج کے اعتبار سے مختلف ہو سکتا ہے۔ اصولِ اجتہاد کی روشنی میں ان کا الگ الگ جائزہ لینا ضروری ہے۔

اول: پیدائشی عیوب کے ازالے کے لیے سرجری

بعض اوقات انسان پیدائشی طور پر ایسے جسمانی عیوب کے ساتھ پیدا ہوتا ہے جو اس کی ظاہری شکل و صورت کو متاثر کرتے ہیں، مثلاً ہونٹ یا تالو کا کٹا ہونا، ہاتھ یا پاؤں میں زائد انگلیوں کا ہونا، دانتوں کی غیر معمولی ساخت، ناک یا کان کی غیر متوازن بناوٹ، یا اسی نوعیت کے دیگر نقائص۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسے عیوب کو جراحی طریقے سے دور کرنا شرعاً جائز ہے؟

بعض فقہاء نے اس مسئلے میں اصل بنیاد اس اصول کو قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں بلا ضرورت تبدیلی جائز نہیں۔ چنانچہ امام ابو جعفر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لا يجوز للمرأة تغيير شيء من خلقتها التي خلقها الله عليها بزيادة أو نقص التماس الحسن، لا للزوج ولا لغيره"...(5)

"عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ محض حسن حاصل کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ساخت میں کمی بیشی کرے، خواہ یہ شوہر کے لیے ہو یا کسی اور کے لیے۔ مثلاً زائد دانت کو اکھاڑ دینا یا لمبے دانت کو کاٹ دینا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی کے ضمن میں داخل ہیں۔"

امام طبری کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت کا تعلق اس صورت سے ہے جب تبدیلی کا مقصد صرف حسن میں

5 الطبری، محمد بن جریر، جامع البيان عن تأويل آي القرآن، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1420ھ، ج9، ص221

اضافہ اور ظاہری آرائش ہو۔ لیکن اگر کوئی جسمانی عیب انسان کے لیے اذیت، نفسیاتی پریشانی یا کسی جسمانی منفعت میں رکاوٹ کا باعث بن رہا ہو تو حکم مختلف ہو گا۔

مثال کے طور پر اگر زائد انگلی روزمرہ زندگی میں دشواری پیدا کر رہی ہو، یا غیر معمولی دانت کھانے پینے میں رکاوٹ بن رہے ہوں، تو ان عیوب کا ازالہ علاج کے حکم میں شمار ہو گا، نہ کہ محض حسن میں اضافے کے باب میں۔

عیوب کے ازالے پر احادیث نبویہ سے استدلال

اس موقف کی تائید احادیث نبویہ سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت عرفجہ بن اسعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"أُصيب أنفي يوم الكلاب في الجاهلية فاتخذت أنفاً من ورق، فأنتن عليّ، فأمرني رسول الله ﷺ أن أتخذ أنفاً من ذهب".[6]

"زمانۂ جاہلیت میں جنگِ کلاب کے موقع پر میری ناک کٹ گئی تھی۔ میں نے چاندی کی ناک بنوالی، لیکن اس میں بدبو پیدا ہو گئی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے سونے کی ناک لگوانے کا حکم فرمایا۔"

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جسمانی عیب کو دور کرنے اور انسان کی فطری ہیئت کی بحالی کے لیے مصنوعی عضو یا جراحی طریقہ اختیار کرنا جائز ہے۔ اگرچہ سونا عام حالات میں مردوں کے لیے ممنوع ہے، لیکن ضرورت کی بنا پر یہاں اس کی اجازت دی گئی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ علاج اور ازالۂ عیب کے احکام محض زینت کے احکام سے مختلف ہیں۔

اسی طرح محدثین اور سیرت نگاروں نے حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ جنگِ اُحد میں ان کی آنکھ زخمی ہو کر باہر نکل آئی تھی، جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعا اور معجزانہ تصرف سے درست فرما دیا تھا۔ یہ روایت اگرچہ معجزۂ نبوی کے باب سے تعلق رکھتی ہے، لیکن اس سے یہ اصول اخذ کیا جاتا ہے کہ جسمانی نقص اور ظاہری عیب کو دور کرنا مطلوبِ شریعت ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی شرعی ممانعت نہ ہو۔

اصولِ اجتہاد کی رو سے پیدائشی عیوب کے ازالے کے لیے کی جانے والی سرجری کو "تغییرِ خلق اللہ" کے ممنوع مفہوم میں داخل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس کا مقصد نئی خوبصورتی پیدا کرنا نہیں بلکہ اصل فطری حالت کو بحال کرنا ہے۔ فقہاء نے اس فرق کو بڑی اہمیت دی ہے۔

لہٰذا درج ذیل صورتوں میں سرجری جائز ہو گی:

- ہونٹ یا تالو کے پیدائشی شگاف کا علاج۔

6 السجستانی، سلیمان بن اشعث، ابو داؤد، السنن ، كتاب الخاتم، باب ما جاء في ربط الأسنان بالذهب، رقم الحدیث: 4232۔

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

- زائد انگلی یا زائد عضو کا ازالہ۔
- غیر معمولی دانتوں کی اصلاح۔
- جسمانی نقص کے باعث پیدا ہونے والی نفسیاتی اذیت کا علاج۔
- ایسے پیدائشی نقائص جو جسمانی افعال میں رکاوٹ پیدا کریں۔

البتہ اگر مقصد صرف حسن میں اضافہ، فیشن یا مصنوعی دلکشی پیدا کرنا ہو تو ایسی سرجری ممنوع ہو گی۔

دوم: حادثاتی یا غیر پیدائشی عیوب کے علاج کے لیے سرجری

بعض اوقات انسان کی بدصورتی پیدائشی نہیں ہوتی بلکہ کسی حادثے، بیماری یا بیرونی سبب کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ٹریفک حادثے میں ناک یا کان کا متاثر ہو جانا، آگ یا تیزاب سے جلد کا جھلس جانا، جنگ یا لڑائی میں کسی عضو کا ضائع ہو جانا، یا کسی بیماری کے نتیجے میں جسم کی ساخت کا بگڑ جانا۔ فقہی اعتبار سے اس قسم کے تمام عیوب علاج کے دائرے میں آتے ہیں، کیونکہ یہ انسان کی اصل فطری حالت میں پیدا ہونے والی خرابی ہیں۔ شریعتِ اسلامیہ نے علاج کی ترغیب دی ہے اور بیماریوں کے ازالے کو مشروع قرار دیا ہے۔

سنت نبوی سے استدلال

غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاج کے لیے مسجد نبوی میں خصوصی خیمہ لگوایا۔[7] اسی طرح حضرت رافع بن مالک رضی اللہ عنہ کی آنکھ جنگِ بدر میں زخمی ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور اپنا لعابِ دہن لگایا، جس سے انہیں شفا حاصل ہوئی۔

یہ واقعات اس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ جسمانی نقص اور بیماری کے علاج کے لیے ہر جائز ذریعہ اختیار کرنا مشروع ہے۔

شریعت اسلامیہ کا بنیادی مزاج انسان سے مشقت اور حرج کو دور کرنا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾[8]

"اور اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔"

اسی اصول کی بنیاد پر فقہاء نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے:

((الضرورات تبيح المحظورات))[9]

---

7 البخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب مرجع النبي ﷺ من الأحزاب، رقم الحدیث۔

8 الحج: 78۔

9 السیوطی، جلال الدین بن عبدالرحمن، الأشباه و النظائر، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ص 85۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

"ضرورتیں ممنوع چیزوں کو بھی جائز کر دیتی ہیں۔"

لہٰذا حادثاتی عیوب، جلنے کے نشانات، کٹے ہوئے اعضاء کی بحالی اور جسمانی ساخت کی اصلاح کے لیے کی جانے والی کاسمیٹک سرجری شرعاً جائز ہوگی، کیونکہ اس کا مقصد علاج اور ازالۂ ضرر ہے، نہ کہ محض زیب وزینت۔

موٹاپے کے علاج کے لیے سرجری

عصر حاضر میں موٹاپے کے علاج کے لیے مختلف جراحی طریقے رائج ہیں، جیسے لیپوسکشن (Liposuction) یا بیریاٹرک سرجری(Bariatric Surgery)۔ اگر موٹاپا اس حد تک بڑھ چکا ہو کہ وہ ذیابیطس، دل کے امراض، جوڑوں کی تکالیف یا دیگر جسمانی مسائل کا سبب بن رہا ہو تو اس کے علاج کے لیے سرجری کروانا جائز ہوگا، کیونکہ اس کا مقصد بیماری کا علاج اور ضرر کو دور کرنا ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص محض حسن میں اضافہ یا غیر ضروری جسمانی تبدیلی کے لیے ایسی سرجری کرواتا ہے تو اس کے جواز میں اشکال پیدا ہوگا۔ اس مسئلے میں نیت اور مقصد بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"إنما الأعمال بالنيات".[10]"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔"

لہٰذا علاج، ضرورت اور ازالۂ عیب کی غرض سے کی جانے والی سرجری جائز ہوگی، جبکہ محض مصنوعی حسن اور غیر ضروری تبدیلی کے لیے کی جانے والی سرجری شرعی اصولوں کی روسے محلِ نظر ہوگی۔

بڑھاپے کے آثار کو ختم کروانے کے لیے سرجری کا حکم

انسانی زندگی فطری طور پر مختلف ادوار اور مراحل سے گزرتی ہے۔ انسان کی تخلیق مٹی سے ہوتی ہے، پھر نطفہ، علقہ اور مضغہ کے مراحل سے گزر کر وہ بچپن میں داخل ہوتا ہے، پھر نشوونما پاتا ہوا جوانی کی طاقت اور توانائی کو پہنچتا ہے، اور بالآخر بڑھاپے کی طرف سفر کرتا ہے جہاں جسمانی کمزوری، اعضاء کی سستی اور ظاہری علامات نمایاں ہونے لگتی ہیں۔ یہ تمام مراحل قانونِ فطرت کا حصہ ہیں جس سے ہر انسان کو لازماً گزرنا ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں انسانی زندگی کے ان مراحل کو یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا...﴾[11]

"اللہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر علقہ سے، پھر تمہیں بچہ بنا کر نکالتا ہے، پھر تم اپنی جوانی کو پہنچتے ہو، پھر تم بوڑھے ہو جاتے ہو۔"

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ جوانی کے بعد بڑھاپا ایک لازمی اور فطری مرحلہ ہے، جسے روکنا یا اس کے اثرات کو

10 البخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، الجامع الصحيح ، رقم الحدیث:۰۱۔

11 المؤمن:67۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3, No.4, 2025
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

مکمل طور پر ختم کرنا انسانی اختیار سے باہر ایک فطری قانون میں مداخلت کے مترادف ہے۔

فطری تبدیلیوں کو روکنے کی کوشش اور شرعی حیثیت

بڑھاپے کے آثار جیسے چہرے کی جھریاں، بالوں کی سفیدی اور جسمانی کمزوری کو ختم کرنے کے لیے سرجری یا مصنوعی طریقے اختیار کرنا درحقیقت "تغییر خلق اللہ" کے مفہوم میں داخل ہو سکتا ہے، کیونکہ اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ فطری نظام کو تبدیل کرنا ہوتا ہے۔ اسی بنیاد پر اکثر فقہاء کے نزدیک وہ کاسمیٹک سرجریاں جو محض عمر کو چھپانے، کم عمر ظاہر ہونے یا فطری بڑھاپے کے اثرات کو ختم کرنے کے لیے کی جائیں، شرعاً جائز نہیں ہیں۔

اس کی ایک عملی مثال بالوں کو سیاہ کرنے کے لیے خضاب (black dye) کا استعمال ہے۔ اس حوالے سے حدیث میں وعید وارد ہوئی ہے:

"يكون قوم في آخر الزمان يخضبون بالسواد كحواصل الحمام، لا يريحون رائحة الجنة"[12].

"آخری زمانے میں کچھ لوگ سیاہ خضاب کریں گے، جیسے کبوتر کے سینے، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائیں گے۔"

اس حدیث سے فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ بڑھاپے کو جھوٹے انداز میں چھپانا اور عمر کو کم ظاہر کرنا تدلیس اور فریب کے زمرے میں آتا ہے، لہٰذا اس کی ممانعت کی گئی ہے۔

البتہ اگر بال بیماری یا غیر طبعی وجہ سے قبل از وقت سفید ہو جائیں تو ان کو رنگنے کی اجازت دی گئی ہے، کیونکہ یہاں مقصد بڑھاپا چھپانا نہیں بلکہ غیر طبعی کیفیت کا ازالہ ہے، لہٰذا علت بدلنے سے حکم بھی بدل جاتا ہے۔

فطری جسمانی تبدیلیوں کے لیے سرجری کا عمومی حکم

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو مختلف جسمانی ساخت اور ہیئت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ رنگ، قد، وزن، ناک، آنکھوں اور دیگر اعضا میں فطری اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ اختلافات بذاتِ خود عیب نہیں بلکہ تخلیقِ الٰہی کا حصہ ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ﴾[13]

"اور اس نے تمہیں صورت دی تو بہترین صورت دی۔"

اس کے باوجود عصرِ حاضر میں ایسے جراحی طریقے رائج ہو گئے ہیں جن کے ذریعے لوگ اپنی فطری ساخت کو بدل کر ایک نئی شکل اختیار کرتے ہیں، محض اس بنیاد پر کہ اسے "زیادہ خوبصورت" سمجھا جاتا ہے۔

---

12 سنن أبي داود، رقم الحديث: 4212؛ سنن النسائي، حديث: 5076

13 التغابن: 3۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

انسان کا جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، جس میں بلاضرورت تبدیلی جائز نہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولًا﴾[14]

"جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو، بے شک کان، آنکھ اور دل سب کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے جسم کا مطلق مالک نہیں بلکہ اس کا امین ہے، لہٰذا محض ذاتی خواہش یا معاشرتی دباؤ کی بنیاد پر جسمانی تخلیق میں تبدیلی جائز نہیں۔

محض حسن وجمال کے لیے کاسمیٹک سرجری کا حکم

اسلام نے زیب وزینت اور صفائی کو فطری طور پر پسند کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إن الله جميل يحب الجمال".[15]

اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔

اسی طرح قرآن میں ارشاد ہے:

﴿يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾[16]

"اے اولادِ آدم! ہر عبادت کے وقت اپنی زینت اختیار کرو۔"

ان نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام ظاہری صفائی اور مناسب آرائش کی اجازت دیتا ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ یہ حدودِ شرع کے اندر ہو۔

ممنوع کاسمیٹک سرجری کی مثالیں

وہ سرجریز جو محض حسن بڑھانے یا عمر کم ظاہر کرنے کے لیے کی جائیں، جیسے:

- جھریاں ختم کرنے کے لیے غیر ضروری فیس لفٹنگ۔
- ناک، ہونٹ یا چہرے کی ساخت کو مصنوعی طور پر بدلنا۔
- کم عمر ظاہر ہونے کے لیے جسمانی ہیئت میں تبدیلی۔
- دانتوں کے درمیان مصنوعی فاصلہ پیدا کرنا۔
- ٹیٹو یا جسمانی نقش ونگار کے لیے جراحی عمل۔

---

14 الإسراء:36۔

15 ابن حبان، محمد بن حبان بن احمد بن حبان، ابو حاتم الدارمی، البستی، صحيح ابن حبان، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۹۹۳، ج ۱۲، ص ۲۸۰، رقم الحدیث: ۵۴۶۶۔

16 الأعراف:31۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

یہ تمام صورتیں اگر صرف "حسن" کے لیے ہوں تو اکثر فقہاء کے نزدیک ممنوع ہیں، کیونکہ ان میں "تغییر خلق اللہ" اور تدلیس کا پہلو پایا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: **لعن الله الواشمات والمتوشمات، والمتنمصات، والمتفلجات للحسن، المغيرات خلق الله**[17]۔"اللہ نے گودنے والی، گودوانے والی، بھنویں باریک کرنے والی اور حسن کے لیے دانتوں میں فاصلہ پیدا کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔" یہاں "للحسن" کی قید اس بات کی دلیل ہے کہ جب مقصد محض زیب وزینت ہو تو یہ عمل ممنوع ہے، لیکن اگر علاج یا ضرورت ہو تو حکم مختلف ہو جاتا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر یہ عمل علاج یا خرابی دور کرنے کے لیے ہو تو جائز ہے، اور اگر محض حسن کے لیے ہو تو ناجائز ہے۔[18]

جسم کے ایک جز کی دوسری جگہ منتقلی کی سرجری (Organ Transplantation) کا حکم

عصرِ حاضر میں میڈیکل سائنس نے غیر معمولی ترقی کی ہے جس کے نتیجے میں انسانی جسم کے اعضاء کی منتقلی (Organ Transplantation) ایک مستقل طبی شعبہ بن چکا ہے۔ اس میں انسانی جسم کے کسی عضو کو یا تو خود اسی انسان کے جسم کے ایک حصے سے دوسرے حصے میں منتقل کیا جاتا ہے، یا دوسرے انسان کے جسم سے لے کر مریض کے جسم میں نصب کیا جاتا ہے، اور بعض صورتوں میں حیوانی اعضاء کو بھی انسانی جسم میں منتقل کیا جاتا ہے۔

اس عمل کے مقاصد دو ہو سکتے ہیں:

- علاج و معالجہ اور جان بچانا
- محض زیب وزینت اور ظاہری حسن میں اضافہ

فقہی اعتبار سے ان دونوں مقاصد کا حکم ایک جیسا نہیں، بلکہ ان میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔

عدمِ جواز کے دلائل

بعض فقہاء کے نزدیک انسانی اعضاء کی منتقلی اصولی طور پر جائز نہیں، اور اس کی بنیاد چند اہم شرعی اصول ہیں:

1. انسانی جسم کی حرمت اور تکریم

انسان اشرف المخلوقات ہے اور اس کا جسم اللہ تعالیٰ کی خاص تخلیق ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ [19]

---

17 بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 5931۔

18 النووی، یحیٰ بن شرف، شرح صحیح مسلم للنووی، ج14، ص107

19 الإسراء: 70۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3, No.4, 2025
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

”اور بے شک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔“

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾[20]

ان آیات سے انسانی جسم کی حرمت اور اس کی تکریم واضح ہوتی ہے، لہٰذا اس میں غیر ضروری تصرف اس حرمت کے منافی ہے۔

2. انسان اپنے جسم کا مالک نہیں

انسان اپنے جسم اور اعضاء کا حقیقی مالک نہیں بلکہ امین ہے، لہٰذا اسے ان پر مطلق تصرف کا اختیار حاصل نہیں۔ اسی وجہ سے بغیر عذر کے جسم کو نقصان پہنچانا، خود کو ہلاک کرنا یا اعضاء کاٹنا شرعاً حرام ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَن قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ القِيَامَةِ"[21]

”جس نے دنیا میں اپنے آپ کو کسی چیز سے قتل کیا، قیامت کے دن اسے اسی چیز کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔‘

اسی طرح بخاری شریف میں ہے:

"نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ النُّهْبَةِ وَالْمُثْلَةِ"[22]

”نبی کریم ﷺ نے لوٹ مار اور جسمانی اعضا کاٹنے (مثلہ) سے منع فرمایا۔ ‘

یہ نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ انسانی جسم میں غیر ضروری تصرف ممنوع ہے۔

جواز کے دلائل

دوسری طرف جمہور فقہاء کے نزدیک اعضاء کی منتقلی بعض شرائط کے ساتھ جائز ہے، خصوصاً جب اس کا مقصد علاج اور جان بچانا ہو۔

1. ضرورت اور اضطرار کا اصول

فقہ اسلامی کا مسلمہ قاعدہ ہے: ”الضرورات تبيح المحظورات“ ضرورتیں ممنوع چیزوں کو بھی مباح بنا دیتی ہیں۔

اسی طرح ایک اور قاعدہ ہے: ”المشقة تجلب التيسير“ ”مشقت آسانی کو جنم دیتی ہے۔“

---

20 التین:4۔

21 صحیح البخاری، حدیث:6047؛ صحیح مسلم، حدیث:110

22 صحیح البخاری، حدیث:2474۔

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

لہٰذا اگر کسی عضو کی منتقلی کے بغیر مریض کی جان یا بنیادی صحت خطرے میں ہو تو اس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

2. علاج اور جان بچانے کی مشروعیت

شریعت نے علاج کو نہ صرف جائز بلکہ مطلوب قرار دیا ہے۔ اگر کسی عضو کی منتقلی کے بغیر زندگی بچانا ممکن نہ ہو اور ماہر ڈاکٹرز بھی اس پر متفق ہوں تو اس صورت میں یہ عمل "حفظِ نفس" کے تحت آتا ہے جو مقاصدِ شریعت میں سے ہے۔

فقہی اصولوں کی روشنی میں اعضاء کی منتقلی کی اجازت صرف درج ذیل شرائط کے ساتھ دی جاسکتی ہے:

- مقصد علاج اور جان بچانا ہو، نہ کہ محض حسن میں اضافہ۔
- کسی زندہ انسان کو نقصان نہ پہنچے۔
- عطیہ دینے والے کی رضا اور شرعی اجازت موجود ہو۔
- ماہر طبی ماہرین کے نزدیک اس کے بغیر علاج ممکن نہ ہو۔
- اس عمل سے کسی بڑے فساد یا انسانی استحصال کا دروازہ نہ کھلے۔
- اگر ان شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو یہ عمل ناجائز ہو گا۔

انسانی اعضاء کی تجارت کا خطرہ

اگر اعضاء کی منتقلی کو بلا قید و شرط جائز قرار دیا جائے تو اس کے نتیجے میں ایک خطرناک معاشرتی فساد پیدا ہو سکتا ہے، جیسا کہ غریب افراد کا معاشی مجبوری میں اعضاء فروخت کرنا۔ اور اس طرح انسانی جسم کو تجارتی شے بنا دینا۔ امیر طبقے کا غریبوں کے اعضاء پر اجارہ داری قائم کرنا۔ یہ سب صورتیں انسانی تکریم کے خلاف ہیں اور شریعت کے مقاصد (مقاصد الشریعہ) سے متصادم ہیں۔

فقہاء کی آراء

معروف فقہاء نے اس باب میں عمومی اصول یہ بیان کیا ہے کہ:

علاج کے لیے حرام چیز بھی بقدرِ ضرورت مباح ہو جاتی ہے لیکن اس میں تجاوز اور استغلال (exploitations) کی اجازت نہیں ہوتی ہے۔ اسی اصول کو علامہ قرافی اور دیگر فقہاء نے "سد الذرائع" کے تحت بیان کیا ہے کہ جس مباح عمل سے بڑا فساد پیدا ہو سکتا ہو اسے محدود کیا جاسکتا ہے۔ جسمانی اعضاء کی منتقلی کے حوالے سے شرعی موقف کو درج ذیل نکات میں خلاصہ کیا جاسکتا ہے:

- اصل حکم انسانی جسم کی حرمت کی وجہ سے عدمِ جواز ہے۔
- علاج اور جان بچانے کی ضرورت کے تحت یہ عمل مشروط طور پر جائز ہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3, No.4, 2025
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

- محض حسن، فیشن یا تجارتی مقصد کے لیے یہ عمل ناجائز ہے۔
- اس میں سب سے اہم شرط انسانی تکریم اور استحصال سے بچاؤ ہے۔

شناخت چھپانے کے لیے سرجری

انسان کے افعال دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک وہ جن میں اصل اعتبار نیت کا نہیں ہوتا بلکہ نفسِ عمل کا ہوتا ہے، جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، زنا اور جھوٹ وغیرہ، ان میں اچھائی یا برائی کا مدار خود عمل کی نوعیت پر ہوتا ہے۔ اور دوسرے وہ افعال جن میں نیت اور مقصد کا اعتبار کیا جاتا ہے، اگر نیت درست اور ضرورت ہو تو وہ عمل جائز ہو جاتا ہے، اور اگر بلا ضرورت یا غلط مقصد کے لیے ہو تو ناجائز ہو جاتا ہے۔

اسی اصول کی ایک واضح مثال جانوروں کو نشان لگانے کا مسئلہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بلا ضرورت آگ سے اذیت دینے سے منع فرمایا، لیکن جب نشان یا علامت لگانے کی ضرورت ہو تو اس کی اجازت دی، بلکہ بعض مواقع پر خود بھی وسم کے ذریعے نشان لگایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض افعال میں نیت اور مقصد کے بدلنے سے حکم بھی بدل جاتا ہے، کیونکہ نیت بدلنے سے ممانعت کی علت ختم ہو جاتی ہے۔

اسی اصول پر اگر کوئی شخص اپنی شناخت چھپانے کے لیے سرجری کروائے، یا کوئی مجرم قانون سے بچنے اور گرفت سے فرار کے لیے اپنی شکل و صورت بدلنے کی کوشش کرے، تو اس میں کئی شرعی خرابیاں جمع ہو جاتی ہیں، مثلاً:

- تغیّر خلق اللہ (اللہ کی تخلیق میں تبدیلی)
- تدلیس (دھوکہ)
- تزویر (فریب)
- اور قانون سے فرار کی نیت

اگر مقصد یہ ہو کہ انسان اپنی اصل شناخت چھپا کر حکام یا لوگوں کو دھوکے میں ڈالے تو یہ صریح تدلیس ہے، اور اگر کسی دوسرے شخص کی شکل و صورت اختیار کی جائے تو یہ تزویر کے حکم میں آتا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں جھوٹ، دھوکہ اور فریب کو سخت ناپسند کیا گیا ہے، بلکہ اصول یہ ہے کہ انسان جیسا ہے ویسا ہی ظاہر ہو، غیر حقیقی تاثر دینا ممنوع ہے۔

اسی مفہوم کی وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک عورت نے اپنی سوکن کے سامنے اپنے شوہر کی طرف سے دی گئی چیزوں کا جھوٹا اظہار کرنا چاہا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

"المتشبع بما لم يُعط كلابس ثوبی زور"[23]

23 البخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 5219۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

یعنی جو شخص ایسی چیز کا اظہار کرے جو اسے ملی ہی نہیں، وہ جھوٹ کے لباس میں ملبوس شخص کی طرح ہے۔

تاہم شریعت اسلامیہ یہ بھی تعلیم دیتی ہے کہ مصائب اور مشکلات پر صبر کیا جائے، لیکن جہاں شدید مشقت یا ظلم کا خطرہ ہو وہاں رخصت بھی موجود ہے۔ اسی لیے بعض حالات میں انسان ظلم سے بچنے کے لیے چھپ سکتا ہے یا جگہ بدل سکتا ہے، جیسا کہ صلح حدیبیہ کے بعد بعض مسلمانوں نے ظلم سے بچنے کے لیے پناہ لی۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ اس مقصد کے لیے سرجری کے ذریعے شناخت بدلنا شریعت کے عمومی مزاج کے خلاف ہے، کیونکہ اس میں دھوکہ اور تغیّر خلق اللہ دونوں پہلو جمع ہو جاتے ہیں۔

"المُغَیِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ" کو علت نہ بنانے کی بحث

بعض اہل علم کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی ان روایات میں "تغیّر خلق اللہ" کو مستقل علت قرار دیا گیا ہے، یعنی ہر وہ عمل ممنوع ہوگا جس میں اللہ کی تخلیق میں تبدیلی ہو۔ تاہم بعض معاصر اہل علم کے مطابق اس کو مطلق علت نہیں بنایا جا سکتا، کیونکہ خود شریعت میں بعض تبدیلیاں جائز بلکہ مطلوب بھی ہیں، جیسے ختنہ، ناخن تراشنا، اور صفائی کے لیے جسمانی اصلاحات۔ اس لیے زیادہ محتاط رائے یہ ہے کہ "تغیّر خلق اللہ" کو ہر جگہ ایک ہی علت نہیں بلکہ بعض مخصوص صورتوں میں بطورِ وصف استعمال کیا گیا ہے، اور اصل علت وہی تدلیس، تزویر اور فتنہ وفساد ہے۔

حدیثِ ابن مسعودؓ کی وضاحت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں "والمتفلجات للحسن" کا ذکر ہے، یعنی وہ عورتیں جو خوبصورتی کے لیے دانتوں میں فاصلہ پیدا کرتی ہیں، ان پر لعنت کی گئی ہے۔

ظاہری طور پر اس سے یہ سمجھ آتا ہے کہ حسن کے لیے ہر تبدیلی ممنوع ہے، لیکن غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ حسن بذاتِ خود ممنوع نہیں، کیونکہ اسلام دینِ فطرت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ"

یعنی اللہ خود بھی جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

اسی طرح خواتین کو زینت اختیار کرنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل ممانعت حسن کے حصول میں نہیں بلکہ اس حسن میں ہے جو دھوکہ، فریب یا غلط سماجی مقاصد کے لیے ہو۔

لہٰذا "للحسن" کی قید کو اس معنی میں لیا جائے گا کہ وہ حسن جو تدلیس کا ذریعہ ہو یا اجنبیوں کو مائل کرنے اور فتنہ پیدا کرنے کا سبب ہو۔ وہ ممنوع ہے، نہ کہ مطلق حسن وزینت۔ شناخت چھپانے کے لیے سرجری اگر دھوکہ، فریب، یا قانون سے فرار کے مقصد سے ہو تو ناجائز ہے، اور اگر شدید اضطرار یا علاجی ضرورت ہو تو اس میں محدود گنجائش پائی جا سکتی ہے، لیکن اصل اصول یہ ہے کہ شریعت میں تدلیس اور تغیّرِ غیر ضروری کو ناپسند کیا گیا

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

خلاصہ بحث ونتائج

- اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے جو انسانی زندگی کے تمام انفرادی، اجتماعی اور ریاستی معاملات کے لیے واضح رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ قرآن و سنت نے ایسے بنیادی اصول اور کلیات بیان کر دیے ہیں جن کی روشنی میں اہلِ علم ہر دور کے نئے مسائل کا حل تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اسی لیے اسلام میں اجتہاد اور قیاس کے ذریعے جدید سائنسی و طبی مسائل سے متعلق رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔
- اسلامی شریعت جامد اور غیر لچکدار نہیں بلکہ اس میں اضطرار، ضرورت اور مشقت کے اصول موجود ہیں۔ جہاں ضرورتِ واقعی ہو وہاں بعض ممنوعات میں محدود گنجائش دی جاتی ہے، تاہم یہ اجازت بھی حدود و قیود کے ساتھ ہوتی ہے، تاکہ اصل مقاصدِ شریعت (حفظِ نفس، حفظِ عقل، حفظِ نسل، حفظِ مال اور حفظِ دین) متاثر نہ ہوں۔
- کاسمیٹک یا پلاسٹک سرجری کے بارے میں اصولی حکم یہ ہے کہ اگر اس کا مقصد علاج، جسمانی نقص کو دور کرنا، حادثات یا بیماری کے اثرات کو ختم کرنا، یا شدید تکلیف کو رفع کرنا ہو تو یہ جائز ہے۔ اس کی مثالیں وہ صورتیں ہیں جن میں حادثات، ایسڈ اٹیک یا پیدائشی نقائص کی وجہ سے انسان شدید جسمانی یا نفسیاتی تکلیف میں مبتلا ہو، اور سرجری کے ذریعے اس کی حالت میں بہتری لائی جائے۔
- اس کے برعکس اگر سرجری کا مقصد محض زیب وزینت، غیر ضروری حسن میں اضافہ، یا فطری صورت کو بدل کر دوسروں کو دھوکہ دینا ہو تو یہ ناجائز ہے، کیونکہ اس میں تدلیس، تزویر اور کفرانِ نعمت کے مفاسد پائے جاتے ہیں۔ شریعت ایسے افعال کو ناپسند کرتی ہے جن سے غیر حقیقی تاثر پیدا ہو یا انسان اپنی اصل حالت کو چھپا کر فریب کا ذریعہ بنے۔
- قرآنِ کریم میں اگرچہ "تغییر خلق اللہ" کا ذکر آیا ہے، لیکن راجح علمی رائے کے مطابق اس سے مراد ہر قسم کی جسمانی تبدیلی نہیں بلکہ وہ تبدیلی ہے جو کسی شرعی مفسدہ، فریب یا گناہ کے مقصد سے ہو۔ اسی طرح مختلف احادیث میں جسمانی تصرفات کی ممانعت کا اصل سبب بھی کوئی مستقل "تغییر" نہیں بلکہ اس کے پیچھے موجود خرابیاں ہیں۔
- فقہاء کی تصریحات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان ممانعتوں کی اصل علتیں تین ہیں:
  - دھوکہ دہی اور تلبیس (تدلیس)
  - اجنبیوں کو مائل کرنا یا فتنہ پیدا کرنا
  - بدکار عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا

لہٰذا ہر وہ جسمانی تبدیلی جو ان میں سے کسی مفسدے کا باعث بنے، ممنوع ہو گی، اور جہاں یہ علتیں نہ پائی جائیں یا

ضرورتِ شرعی یا علاج کا پہلو غالب ہو، وہاں اس کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

- خلاصہ یہ کہ اسلامی نقطۂ نظر سے کاسمیٹک سرجری کا حکم اس کے مقصد اور نتائج پر موقوف ہے: علاج اور ضرورت کی صورت میں جائز، جبکہ محض زیب و زینت، فریب یا غیر ضروری تبدیلی کی صورت میں ناجائز۔